حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب حج کے سلسلہ میں مکہ معظمہ اور پھر کسی وجہ سے طائف تشریف لے گئے تو وہ جنگ عظیم کا زمانہ تھا، کافی شورش پھیلی ہوئی تھی ہر آن گولیاں چلتی رہتی تھیں، ورنہ خطرہ تو بہرحال تھا اس وقت بھی حضرت پنجوقتہ نماز باجماعت ادا کرتے تھے، اور جس طرح بن پڑتا مسجد پہونچنے کی کوشش کرتے، یہاں سے جب برطانیہ کے اشارہ پر شریف مکہ نے گرفتار کرلیا اور برطانیہ کی نگرانی میں مالٹا روانہ کئے گئے تو تمام راستہ حتی الوسع سنگین کے پہروں میں بھی باجماعت نماز ادا کرنے کی سعی جاری رکھی، گورے جمپڑے والے فوجی چاروں طرف سے گھیرے میں لئے ہوئے ہوتے اور حضرت اپنے معتقدین کے ساتھ باجماعت نماز میں مشغول ہوتے مالٹا پہونچے تو وہاں سردی اپنے شباب پر تھی خیمہ سے سر نکالنا بھی مشکل ہوتا تھا اس زمانہ میں بھی حضرت اپنے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ ایک خیمہ میں جمع ہوکر باجماعت نماز ادا کرتے[1]۔

مولانا عبدالباری صاحبؒ فرنگی محلی کے متعلق مشہور ہے کہ وہ جماعت کی نماز کے اس قدر عاشق تھے کہ سفر میں بھی ان کو منفرد بن کر نماز پڑھنا گوارہ نہ تھا چنانچہ وہ غالباً اپنے خرچ سے دو آدمیوں کو اسی وجہ سے ساتھ لے کر چلتے، اور وقت پر اُن کے ساتھ مل کر جماعت سے نماز ادا فرماتے تھے[2]۔

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن کا انتقال ابھی حال ہی میں ہوا ہے، جماعت کی نماز پر کیسے بجان و دل فدا تھے اس کا تھوڑا بہت اندازہ ان اقتباسات سے لگا یئے جو مولانا ابوالحسن علی صاحب ندوی نے "مولانا الیاسؒ اور انکی دینی دعوت" نامی کتاب میں مرض الموت کے واقعات کے سلسلہ میں لکھا ہے۔ فرماتے ہیں۔

"مارچ ۱۹۴۴ء میں ضعف بہت بڑھ چکا تھا، نماز بھی پڑھانے سے معذور تھے لیکن جماعت میں دو آدمیوں کے سہارے تشریف لاتے تھے اور کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے" (صفحہ ۱۲۱)

" اخیر میں جب حالت نازک ہوگئی تو اس وقت بھی مولانا موصوف نے جماعت ترک نہ فرمائی

---

[1] دیکھئے سفرنامہ اسیر مالٹا صفحہ ۵۰ و ۱۴۹ [2] بروایت مولانا مناظر احسن گیلانی مدظلہ

بلکہ ہوتا یہ تھا کہ آپ کی چارپائی صف کے کنارے لگادی جاتی تھی اور آپ جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے تھے" (صفحہ ۱۲۵)

حضرت مولانا بشارت کریم رحمۃ اللہ علیہ گڑھولوی جو ضلع مظفرپور (بہار) میں ایک بڑے باخدا بزرگ[1] گذرے ہیں، آپ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کو پاؤں کی کوئی ایسی بیماری تھی جس کی وجہ سے چلنے سے بڑی حد تک مجبور تھے مگر مولانا علیہ الرحمۃ کے شیفتگیٔ جماعت کا یہ حال تھا کہ آپ نے ایک گاڑی بطور رکشا بنوا رکھی تھی جس سے پنجوقتہ مسجد حاضر ہوکر باجماعت نماز پڑھتے تھے

مولانا منظور نعمانی اپنے پدر بزرگوار کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

"نماز باجماعت کا اہتمام جیسا میں نے اپنے والد ماجد میں دیکھا، ایسا بہت ہی خاص بندگان خدا میں دیکھا گیا ہے اور یہ صرف اپنے ہی حق میں نہ تھا بلکہ ان کی پوری کوشش یہ ہوتی تھی کہ گھر کا ایک ایک آدمی بلکہ ہر صاحب شعور بچہ بھی جماعت کے وقت مسجد پہنچ چکا ہو نماز کا وقت شروع ہوتے ہی تقاضا فرمانا شروع کردیتے تھے، پھر جب مسجد کو جاتے، تو راستہ کے لوگوں کو یاد دلاتے جاتے، ادھر چند مہینوں سے آنکھوں میں پانی اتر آیا تھا اور بینائی قریباً معدوم ہوگئی تھی جس کی وجہ سے خود وقت کا اندازہ نہ فرما سکتے تھے تو ظہر اور عصر میں بہت پہلے سے دریافت فرمانا شروع کردیتے تھے کہ بتلاؤ دروازہ کے سامنے سایہ کہاں تک گیا۔

(الفرقان رمضان المبارک ۶۶ھ)

میں نے اپنی طالب علمی کے زمانہ میں، جب میں مفتاح العلوم میں پڑھتا تھا حضرت الاستاذ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہ کے والد مرحوم کو دیکھا کہ باوجود اپنے مختلف مشاغل اور ضعف وکبرسنی کے ہمیشہ اپنے محلہ کی مسجد میں باجماعت نماز پڑھتے تھے خود حضرت مولانا مدظلہ کو جب وہ مطالعہ میں مشغول رہتے کسی لڑکے سے بلواتے تھے اسی طرح مولانا مدظلہ کے بچوں کو صبح تک کی نماز میں اپنے ساتھ مسجد لے جاتے،

---

[1] روایت حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب دربھنگوی

ضلع پورنیہ (بہار) کے مولانا ظفر صاحب کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ تو خود جماعت کے عاشق تھے ہی ساتھ ہی یہ جذبہ اور جماعت کی ایسی اہمیت تھی کہ وہ عوام کو ترغیباً یہ مسئلہ بتاتے تھے کہ منفرد کی فرض نماز، نماز ہی نہیں ہوتی، بغیر عذر شرعی مسجد کی غیر حاضری پر بہت خفا ہوتے، کوئی ان سے تعویذ لینے آتا تو اس سے باجماعت نماز کے متعلق دستاویز لکھوا کر دیتے تھے۔

نظم جماعت کی وجہ اور اس کے فضائل اب تک نظم جماعت کی اہمیت ثابت کی گئی، اب یہ بتانا ہے کہ آخر یہ اہتمام جماعت تھا کیوں؟ اس سلسلہ میں اختصار کے ساتھ چند حدیثیں ذکر کی جائیں گی جس سے امید کی جاتی ہے کہ نظم جماعت کے فضائل ذہن نشین ہو جائیں گے شرعی طور پر بھی اور بڑی حد تک عقلی طور پر بھی انشاء اللہ تعالیٰ ——— ارشاد نبوی ہے۔

صلوٰۃ الرجل فی الجماعۃ تضعف علیٰ صلاتہ فی بیتہ وفی سوقہ خمسا وعشرین ضعفا وذٰلک انہ اذا توضأ فاحسن الوضوء ثم خرج الی المسجد لا یخرجہ الا الصلوٰۃ لم یخط خطوۃ الا رفعت لہ بہا درجۃ وحط عنہ بہا خطیئۃ فاذا صلی لم تزل الملٰئکۃ تصلی علیہ ما دام فی مصلاہ اللھم صل علیہ اللھم ارحمہ ولا یزال احدکم فی صلاۃ ما انتظر الصلاۃ (بخاری)

مرد کی باجماعت نماز اس کی انفرادی نماز سے ثواب میں پچیس گونہ بڑھی ہوئی ہے جو وہ اپنے گھر یا بازار میں پڑھے مگر یہ اس وقت کہ وہ باقاعدہ وضو کرے پھر اخلاص کے ساتھ مسجد آئے، مسجد آنے میں جو قدم بھی اس کا اٹھے گا ہر قدم کے بدلہ ایک درجہ بلند ہوگا اور ایک گناہ معاف ہوگا، جب تک وہ اپنے مصلے پر نماز وغیرہ میں مشغول رہیگا اس کے لئے ہمیشہ فرشتے دعائے مغفرت کریں گے کہ اے اللہ اس کو بخشدے اے اللہ اس پر رحم فرما اور جب تک کوئی نماز کے انتظار میں ہوتا ہے تو گویا وہ نماز ہی میں ہوتا ہے

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ منفرد کی نماز سے جماعت کی نماز ستائیس درجہ زیادہ

عہ مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک جماعت سنت مؤکدہ از زیادہ سے زیادہ واجب ہے ۱۲

فضیلت رکھتی ہے ان حدیثوں سے یہ بات نمایاں طور پر معلوم ہوئی کہ اکیلا اکیلا منفرد جو نماز پڑھی جائے اس میں اور جماعت میں جو نماز پڑھی جائے اس میں بلحاظ اجر و ثواب اور فضیلت بہت تفاوت ہے، پھر جماعتی کا ہر قدم ایک گناہ کو مٹاتا اور ایک درجہ بلند کرتا ہے، مزید برآں جب تک وہ مسجد میں ہوتا ہے فرشتے اس کے لئے دعائے رحمت و مغفرت کرتے ہیں۔

الفاظ حدیث سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ ثواب کی زیادتی میں جگہ اور مکان کو بڑا دخل ہے جو ثواب مسجد کی جماعت کا ہے وہ گھر کی جماعت کا نہیں اور جتنا ثواب گھر کی نماز باجماعت کا ہے بازار کی باجماعت نماز کا نہیں۔

اس میں شبہ نہیں کہ منفرد کی نماز بھی ہو جاتی ہے اور اس طرح فرضیت بھی ذمہ سے ساقط ہو جاتی ہے مگر ثواب میں ان دونوں (باجماعت اور انفرادی) نماز میں بڑا فرق ہے قلب و جگر پر اثرات کے ترتب میں ایک کو جو درجہ حاصل ہے وہ دوسری (منفرد کی نماز) کو نہیں، اجتماع کو اس باب میں بڑا دخل ہے، یہی وجہ ہے کہ جماعت جس قدر بڑی ہوتی ہے اسی اندازہ سے فضیلت بڑھتی جاتی ہے، حدیث میں ہے

ان صلوٰۃ الرجل مع الرجل ازکی من صلاتہ وحدہ وصلاتہ مع الرجلین ازکی من صلاتہ مع رجل دما کثر فھو احب الی اللہ۔	مرد کی نماز ایک شخص کے ساتھ اس کی تنہا نماز سے پاکیزہ تر ہے اور اس کی نماز دو شخصوں کے ساتھ ایک شخص کے ساتھ والی نماز سے افضل ہے اور جماعت میں جس قدر زیادتی ہو اللہ تعالیٰ کو وہ اور بھی محبوب ہے۔
(ابوداؤد باب ما جاء فی فضل الجماعۃ)	

نظم جماعت میں ثواب کی زیادتی کی تفصیل | ابھی ابھی جو ایک حدیث میں پچیس اور دوسری میں ستائیس گونہ کا ہندسہ آیا یہ کوئی ایسا اہم مسئلہ نہیں کہ خواہ مخواہ اس کے کرید میں لگ جائیں، یہ دو کا فرق محض حسن عمل، حسن نیت مسجد کے قرب و بعد، خضوع و خشوع اور اسی طرح کی دوسری چیزوں کی وجہ سے ممکن ہے، یا

لہ مسلم باب صلاۃ الجماعۃ والتشدید فی التخلف عنہا ص ۲۳۱ ج ۱

صرف زیادتی ثواب بتانا ہے عدد تعیین کے لئے نہ ہو، اور بھی وجہ نکل سکتی ہے چنانچہ حافظ ابن حجرؒ نے ان دونوں حدیثوں میں تطبیق کی بہت سی شکلیں لکھی ہیں مگر ان میں راجح انھوں نے اپنے ذوق کے مطابق اس صورت کو دیا ہے کہ یہ فرق سری اور جہری نماز کا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کہ سری میں دو کم یعنی پچیس گونہ اور جہری میں دو زیادہ یعنی ستائیس گونہ، پھر اس کی تفصیل بیان کر کے اپنے اس قول کو مدلل فرمایا ہے تفصیل اہل علم کے لئے قابل مطالعہ ہے، ملاحظہ فرمایا جائے۔

(۱) مؤذن کی دعوت جماعت کی نماز کی نیت سے قبول کرنا۔

(۲) اذان سنتے ہی نماز کے لئے جلدی کرنا اور اول وقت میں چلنا۔

(۳) باوقار مسجد کو روانہ ہونا

(۴) مسجد میں داخل ہوتے ہوئے دعائے ماثورہ پڑھنا۔

(۵) مسجد میں پہنچکر دو رکعت تحیۃ المسجد کی نماز پڑھنا۔

(۶) جماعت کا انتظار کرنا (جو نماز پڑھنے کے حکم میں ہے)۔

(۷) فرشتوں کا جماعت کی نماز پڑھنے والوں کے لئے دعائے رحمت ومغفرت کرنا۔

(۸) ان کے حق میں فرشتوں کی شہادت۔

(۹) تکبیر کے الفاظ کے جواب دینا۔

(۱۰) تکبیر کے وقت شیطانی وسوسہ سے محفوظ رہنا (کیونکہ وہ بھاگ جاتا ہے)

(۱۱) امام کے تحریمہ کے انتظار میں توقف کرنا یا امام کے ساتھ اس کو جس حالت میں پائے مل جانا

(۱۲) تکبیر تحریمہ کا پالینا۔

(۱۳) صفوں کو درست کرنا اور اس کی کشادگی کو بند کرنا۔

(۱۴) امام کے "سمع اللہ لمن حمدہ" کے جواب میں "ربنا لک الحمد" کہنا۔

(۱۵) بھول چوک سے محفوظ رہنا اور امام سے بھول ہونے لگے تو اس کو سبحان اللہ کہکر خبردار کرنا۔

(۱۶) حالت جماعت میں خشوع وخضوع کا حصول اور غافل کرنے والی چیزوں سے عموماً سلامتی

(۱۷) عادۃً جماعت کے موقع پر حسن ہیئت کا خیال رکھنا۔

(۱۸) فرشتوں کا جماعت کو چھالینا۔

(۱۹) (امام کی وساطت سے) تجوید وارکان صلوٰۃ سے واقفیت۔

(۲۰) (قیام جماعت میں) شعار اسلام کا اظہار۔

(۲۱) اجتماعی طور پر عبادت اور تعاون علی الطاعۃ کے ذریعہ شیطان کی رسوائی اور سست وکاہل افراد میں جوش ونشاط پیدا کرنا۔

(۲۲) نفاق کی زد سے بچنا جو جماعت سے کترانے والے کی نشانی ہے اور اس الزام سے مامون رہنا کہ فلاں نے نماز ہی نہیں پڑھی۔

(۲۳) امام کے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کا جو دعا ہے دعا سے جواب دینا۔

(۲۴) یکجا بطور اجتماعی دعا و ذکر میں مشغول ہوکر برکت سے منتفع ہونا۔

(۲۵) ایک گھر میں جمع ہوکر پڑوسیوں کا رات دن ملنا اور اس نظام کے ذریعہ ہر ایک کے حالات سے باخبر ہونا۔

یہ پچیس فائدے جماعت کی نماز کے ایسے ہیں جن سے کسی کو انکار کی جرأت نہیں ہوسکتی اور ان میں ہر ایک اپنی مخصوص فضیلت کی وجہ سے مستقل عبادت کی حیثیت رکھتے ہیں ان کے پیش نظر ماننا پڑتا ہے کہ اجر کا دو چند اور زیادہ سے زیادہ ہونا مسجد کے نظام سے جکڑا ہوا ہے۔ بہرحال یہ وہ فائدے ہیں جو ہر جماعت کی نماز میں پائے جاتے ہیں وہ سری نماز (آہستہ قرأت والی) ہو یا جہری (کہ جس میں بلند آواز سے قرأت کی جائے) باقی دو فائدے ایسے ہیں جو جہری نماز کے ساتھ مختص ہیں، ایک امام کے پڑھتے وقت خموشی سے بغور سننا اور دوسرے امام کے آمین کہتے وقت مقتدی کا بھی آمین کہنا تاکہ فرشتوں کے آمین کہنے کی موافقت ممکن ہوسکے[1]

دلوں پر قبضہ | اسلام نے جبر وتشدد کی راہ چھوڑ کر حتی الامکان دلوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کی ہے

---

[1] یہ تفصیل فتح الباری جلد ثانی صفحہ ۹۷ سے لی گئی ہے ۱۲ -

وہ نہیں چاہتا کہ کوئی ایسی عبادت کرے جس میں دل کو ارتباط نہ ہو، بلکہ اُس نے یہ بھی پسند نہیں کیا کہ کسی درجہ میں انسان کا دل گرانی محسوس کرے، چنانچہ آپ احکام اسلام میں غور و فکر سے کام لیں گے تو معلوم ہوگا ہر ہر قدم پر ترغیب کی راہ اختیار کی گئی ہے، اور حتی الوسع جبر و اکراہ کو ترک کر کے تالیف قلوب سے کام لیا گیا ہے، ایک دفعہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اعظم الناس اجرا فی الصلاۃ ابعدھم فابعدھم ممشی والذی ینتظر الصلاۃ حتی یصلیہا مع الامام اعظم اجرا من الذی یصلی ثم ینام۔

(بخاری باب فضل صلوۃ الفجر فی جماعۃ)

نماز میں اس شخص کو زیادہ ثواب ملتا ہے جو جس قدر دور سے چل کر آتا ہے اور جماعت کے انتظار میں جو شخص بیٹھا رہتا ہے اور امام کے ساتھ نماز ادا کرتا ہے وہ ثواب میں اس سے بڑھا ہوا ہے جو جماعت کا انتظار نہیں کرتا اور نماز پڑھ کر سو رہتا ہے۔

لب و لہجہ پر بار بار غور کیجئے کس قدر شیریں اور دل نشیں ہے، کلام میں درشتی اور سختی کا کہیں پتہ نہیں اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ کسی موقعہ پر بھی سختی سے کام نہیں لیا گیا ہے، چونکہ اسلام میں ایک مستقل گروہ منافقین کا تھا جو مسلمانوں میں اپنے طرز عمل سے تساہلی اور کاہلی کا پرچار کرتا تھا اس لئے موقع موقع سے ایسی صورت بھی عمل میں لائی پڑی ہے کہ ان کے کیف و نشاط میں فرق نہ آنے پائے، اور مومن کامل کے لئے تازیانہ کا کام دیتا رہے سستی، بے رغبتی جب کبھی ان میں قدم جمانے لگے۔ تو اس طرح کی حدیثیں ان کو جھنجھوڑ دیں، چنانچہ فرمایا گیا۔

لیس صلاۃ اثقل علی المنافقین من الفجر والعشاء ولو یعلمون ما فیہما لاتوھما ولو حبوا ولقد ھممت ان آمر المؤذن فیقیم ثم آمر رجلا یؤم الناس ثم اخذ شعلا من نار فاحرق علی من

فجر اور عشاء کی نماز سے بڑھ کر منافقوں پر اور کوئی نماز شاق نہیں ہے حالانکہ اگر ان کو ان نمازوں کی اہمیت کا علم ہو جائے تو جیسے بن پڑے دوڑے آئیں جی میں آتا ہے کہ مؤذن کو اقامت کا حکم کر دوں اور کسی سے کہوں کہ وہ لوگوں کی

لا یخرج الی الصلاۃ بعد	امامت کرے اور خود آگ کا شعلہ لیکر نکل پڑوں
(بخاری باب فضل صلوۃ العشاء فی الجماعۃ)	اور ان کو پھونک ڈالوں جو اب تک جماعت کی نماز
	کے لئے نہیں نکلے ہیں۔

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں۔

والمراد لا توا الی المحل الذی یصلیان	مراد یہ ہے کہ وہ اس جگہ آئیں جہاں یہ دونوں نمازیں
فیہ وھو المسجد (فتح الباری ج ۲ ص ۹۷)	پڑھی جاتی ہیں اور وہ جگہ مسجد ہے

نظم و ارتباط، باہمی اتحاد، اور دلوں کے ملاپ کے لئے ضروری ہے کہ اجتماع کا مرکزی گھر ایسا ہو جہاں ہر خاص و عام بغیر کسی حیلہ بہانہ کے بآسانی سمٹ سکیں اور اس کے لئے مسجدوں سے بڑھ کر اور کونسی جگہ ہو سکتی ہے جو خالص خدا کی ملکیت کہی جاتی ہے۔

مخصوص وقتوں کی فضیلت | اس میں شبہ نہیں کہ نسبتاً فجر، عشاء اور ظہر میں زیادہ دقتیں پیش آتی ہیں سردی کے موسم میں عشاء اور فجر کی نماز کا جن لوگوں کو تجربہ ہے وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ نفس پر کتنا دباؤ ڈالنا پڑتا ہے، ٹھنڈی ہوا کا جھونکا، پانی کی بڑھی ہوئی سردی، راستہ کی تاریکی اور نفس کی ایسے موقع پر آرام طلبی، یہ ساری باتیں مل ملا کر حوصلہ کو زیر کرنا چاہتی ہیں، گرمی کے موسم میں صبح کی میٹھی نیند برسات کی کالی رات اور دوسرے عوارض فجر و عشاء میں رہ دٹ بن کر سامنے آتے ہیں۔

ٹھیک اسی طرح کم و بیش ظہر کی نماز بہت کٹھن ہو جاتی ہے جبکہ دھوپ کی تمازت چہرہ کو جھلس رہی ہو، آسمان انگارے برسا رہا ہو، اور ہوا آگ لئے پھر رہی ہو، انسان طبعاً اس طرح کے موقع پر سست و کاہل بن جاتا ہے خطرہ ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ مرد مومن ان وقتوں میں مسجد جانے سے ہچکچائے اور جماعت کی نماز ترک کر بیٹھے، اس لئے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اہمیت کو … پیرایہ میں ذہن نشین فرمایا اور سمجھایا کہ میٹھی نیند، تیز دھوپ، سخت تاریکی، اور گرمی و سردی تم کو دھوکہ نہ دے جائے، یہ نمازیں گو منافقین پر شاق ہیں کہ ان کو لذت ایمان میسر نہیں لیکن اگر ان کو ایمان کی شیرینی نصیب ہوتی اور پھر ان مشکل طلب وقتوں میں نماز باجماعت کے فضائل اور ان کے منافع کا علم و یقین

ہو جاتا تو پھر بزار مجبوری ہوتی، یہ یہ گھر میں بیٹھے نہیں رہتے، بلکہ جس طرح بھی یہ مسجد پہنچ سکتے، پہنچنے کی سعی بہم کرتے۔

عشاء فجر اور ظہر کی نمازوں کے اوقات جیسا عرض کیا گیا و النفس کے لئے تکلیف دہ ہیں اس لئے شریعت نے ان کے فضائل نسبتاً بڑھ کر بیان کئے اور گرانی طبع کو کم سے کم کرنے کی کوشش کی گئی، ایک موقع سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان وقتوں کی نماز باجماعت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا

لو یعلم الناس ما فی النداء والصف الاول ثم لم یجدوا الا ان یستهموا علیہ لاستهموا علیہ ولو یعلمون ما فی التهجیر لاستبقوا الیہ ولو یعلمون ما فی العتمة والصبح لاتوهما ولو حبواً

(بخاری باب فضل التهجیر الی الظہر)

لوگوں کو اگر علم ہو جاتے کہ اذان پکارنے اور صف اول کی نماز میں کیا اجر اور فضیلت ہے پھر وہ نہ پائیں تو قرعہ اندازی پر اتر آئیں اور اگر ان کو دوپہر (ظہر) کی نماز باجماعت کا علم و یقین حاصل ہو جائے اور پتہ لگ جائے کہ اس کا کیا ثواب ہے تو اس کے لئے دوڑ پڑیں اسی طرح صبح اور عشاء کی نماز کا جو درجہ ہے وہ معلوم ہو جائے تو یہ گھسٹتے ہوں تب بھی آئیں۔

فضائل واجر کی کثرت | ان حدیثوں میں جس قدر ہم غور کرتے ہیں فضائل واجر کی کثرت کا اور بھی یقین ہوتا ہے، ستائیس گونہ ثواب کی تو وضاحت ہے مگر الفاظ حدیث کے ساتھ طرز بیان پر بھی نظر کیجئے تو معلوم ہو کہ اس متعینہ ثواب سے زیادہ بھی اور کوئی چیز ہے جس کو ہم نہیں سمجھتے یا وہ چیز ہماری عقل سے ماوری ہے۔ مگر ہے گرانقدر چیز جس کو حدیثوں میں "لو یعلمون ما فی" جیسے جملوں سے بیان کیا گیا ہے اور ذخیرۂ احادیث کے پیش نظر تو یہ فیصلہ بڑی حد تک ناگزیر معلوم ہوتا ہے، پھر یہ حدیث صحیح مسلم میں موجود ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول بیان فرمایا۔

من صلی العشاء فی جماعة فکانما قام نصف اللیل ومن صلی الصبح فی جماعة فکانما صلی اللیل کلہ (مسلم باب فضل صلوۃ الجماعۃ)

جس نے عشاء کی نماز جماعت سے پڑھی تو گویا وہ آدھی رات نماز میں کھڑا رہا، اور جس نے جماعت سے صبح کی نماز پڑھی تو گویا اس نے پوری رات نماز میں گذاری۔

اس حدیث کا اس کے سوا اور کیا منشا ہے کہ ان دو وقتوں کی جماعت کی نماز کا اجر آدھی اور پوری رات کی عبادت اور نوافل کے برابر ہے، اگر ایک طرف ان نمازوں کے لئے بندوں کے دلوں پر قبضہ کرنا مقصد ہے اور ان کو ساری دشواریوں سے گذار کر کیف و انبساط کے ساتھ جماعت میں لا کھڑا کرنا ہے تو دوسری طرف یہ بھی مقصد ہے کہ جماعت کی نماز کا ثواب ستائیس گونہ سے بڑھ کر کچھ اور بھی ہے جو مخلص بندہ کو درگاہ الٰہی سے ملتا ہے،

سختی اور نرمی کا معیار | ایک دفعہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھ لیا کہ اذان کے بعد وہ مسجد سے نکلا جا رہا ہے تو آپ نے کس سختی سے فرمایا "اما ھذا فقد عصی ابا القاسم صلی اللہ علیہ وسلم" بلا شبہ اس نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی (مسلم باب فضل صلوۃ الجماعۃ)

پھر اسلام کی دلدہی پر قربان جائیے اس نے اس شخص کو بھی جماعت کے ثواب سے محروم نہیں رکھا جو گھر سے جماعت کی نیت سے نکلا مگر اس کو جماعت نہ ملی بلکہ اس باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرما دی کہ جو شخص باضابطہ باوضو مسجد آیا اور اس کو جماعت نہ مل سکی تو بھی اس کو جماعت کا پورا پورا اجر ملے گا کوئی کمی نہ کی جائے گی،

(ابو داؤد باب فیمن خرج یرید الصلوۃ فسبق بہا)

اس سے بڑھ کر یہ کہ معذورین کو رخصت بھی دی گئی ہے کہ اگر کسی کو عذر شرعی درپیش آ جائے تو وہ جماعت سے غیر حاضر بھی ہو سکتا ہے گو عزیمت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ خود حتی الوسع مسجد کی حاضری اپنے اوپر لازم جانے۔

نظم جماعت کی حکمتیں | یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ شریعت نے جن باتوں کی جتنی تاکید کی ہے ان میں اسی

اندازہ سے مصالح اور حکم بھی پنہاں ہوتے ہیں جہاں تک ہر شخص کی نگاہ نہیں پہنچتی ہے، ہاں کچھ علماء راسخین فی العلم ہیں جو ایک حد تک حکمتوں کو پا لیتے ہیں اور پھر ان کے ذریعہ اور لوگ بھی ان مصلحتوں اور حکمتوں کو جان لیتے ہیں۔

بلا شبہ جماعت کی نماز جس کی اس قدر اہمیت ہے بلا وجہ نہیں ہے خیر و برکت اور اجر و ثواب کی زیادتی اپنی جگہ، علاوہ ازیں اس میں بیش بہا فوائد، دقیع منافع اور ان گنت حکمتوں کا خزینہ پوشیدہ ہے، یہاں ان میں سے چند کا تذکرہ بے محل نہ ہوگا۔

"نماز کی جماعت" کے نام سے جو اجتماع ہوتا ہے، وہ ایسے گھر میں ترتیب پاتا ہے، جہاں ہر مسلمان کو برابر کا حق پہنچتا ہے، اصولی طور پر اس میں شرکت کی عام اجازت ہوتی ہے، دیہاتی، شہری، بڑے، چھوٹے، عالم اور غیر عالم سب مساوی درجہ رکھتے ہیں، پھر یہ کہ اس اجتماع کی شرکت باعث فخر و مباہات ہوتی ہے اور اس کثرت سے یہ اجتماع ہوتا ہے کہ لوگوں میں ایک رسم عام کی حیثیت قبول کر لیتا ہے، کوئی اپنی سستی، کاہلی اور بے رغبتی سے کنارہ کشی اختیار کرنا چاہے تو یہ کوئی آسان بات نہیں، اس لئے کہ غیر حاضری کی شکل میں تلاش اور جستجو ہوگی۔ وجہ دریافت کی جائیگی اور معقول عذر نہ ہونے کی صورت میں لوگوں کی نگاہ میں وہ معتوب سمجھا جائیگا

کاہلی کا انسداد | اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کاہل، سست اور بے رغبت مسلمان کے اندر چستی پیدا ہوگی اور وہ بڑی حد تک اپنے کو مجبور پائے گا کہ مسجد آئے، جماعت میں شریک ہو، کیونکہ یہ امتحان گاہ ہے کہ کون لوگ ہیں جو دعوئ اسلام کے ساتھ ساتھ اپنے دلوں میں اسلام کی محبت و وقعت بھی رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت برضاء و رغبت بجالاتے ہیں اور کتنے وہ ہیں جو صرف ادعائے اسلام ہے اور در حقیقت ان کا دل دین کی محبت سے خالی اور ویران ہے اور رب العالمین کے ساتھ ان کا تعلق بے دلی، بے رغبتی اور دوری کا ہے

عالمانِ دین کا امتحان | اس اجتماع دینی میں چونکہ دین کے جاننے والے اور اس کے ماہر بھی ہوتے ہیں اور دین سے ناواقف اور جاہل لوگ بھی ہیں اس لئے عالمانِ دین اور احکام دین سے واقف

کاروں کا بھی امتحان ہے کہ یہ اپنا فریضہ ادا کرتے ہیں یا نہیں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ان کو کس قدر احساس ہے۔

قبولیت دعا| یکجا ایک دو نہیں، پورے محلہ کے مسلمان کم از کم جمع ہوئے ہیں اور سب مل کر ایک عظیم الشان عبادت میں مشغول ہیں اور پھر اس طرح امید و بیم کے ساتھ ایک ہی مقصد کے لیئے دل کی پوری گہرائی کے ساتھ پروردگار عالم سے دعا کرتے ہیں اور نماز کے ذریعہ اپنے خدا سے بہت قریب ہو کر کرتے ہیں، اس لئے توقع کامل ہے کہ رب العالمین دعا کو شرف قبولیت بخشے گا اور ان کو اجتماعی مقاصد میں کامیاب فرمائیگا۔

اعلائے کلمۃ اللہ| اللہ تعالیٰ کا امت محمدیہ سے جو یہ مقصد ہے کہ اس کا کلمہ بلند ہو، اسی کا بول بالا رہے اور دین اسلام اور ادیان باطلہ پر غالب ہو کر رہے تاکہ سارے انسانوں کو حقیقی امن و راحت میسر ہو تو بلا شبہ اس مقصد کی تکمیل بھی یک گونہ ہوتی ہے کیونکہ یہ ایک ایسی دستوری عبادت ہے جس کو دین سے بڑا گہرا تعلق ہے اور اس طرح یہ عبادت علی الاعلان ادا ہوتی ہے اور اعلائے کلمۃ اللہ کا ایک شعبہ انجام پذیر ہوتا ہے۔

شیطان کی رسوائی| شیطان جو بندۂ مومن کا کھلا ہوا دشمن ہے اور ان کے آپس میں بُعد و تفرقہ ڈال کر ان کو کمزور کرنا چاہتا ہے اور ان کو ٹولیوں میں بانٹ کر اپنے قابو کا متمنی ہوتا ہے اس یکجائی عبادت سے اُس کی بھی پوری رُسوائی ہوتی ہے اور اس طرح اس کا داؤ پیچ بنا بنایا ختم ہو جاتا ہے جس کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پاکیزہ اشارہ فرمایا تھا۔

ما من ثلثة فی قریة او بدو لا تقام فیھم الصلوٰة الا قد استحوذ علیھم الشیطان	کوئی آبادی ہو یا جنگل جس میں تین آدمی رہتے ہوں جب اس میں نماز قایم نہیں کی جاتی ہے تو شیطان اُن پر قابو پالیتا ہے۔

ماحصل یہ تھا کہ جہاں جماعت ہو سکتی ہے وہاں جماعت ہرگز ترک نہ کی جائے کہ اس طرح شیطان کو موقع مل جائیگا اور پھر دین میں سُستی کا دروازہ کھل جائیگا اور جماعت کا اہتمام جب شدومد سے

باقی رہیگا تو پھر شیطان کی رسوائی ضروری ہے[1]۔

تزکیہ اور تالیف قلوب | ابن العربی مالکیؒ نے مسجد ضرار والی آیت کے ضمن میں لکھا ہے اور جماعت کے ایک پہلو تزکیہ و تصفیہ اور تالیف قلوب پر کافی روشنی ڈالی ہے ان کے الفاظ چونکہ جچے تلے ہیں اس لیے خود اس عبارت کو بھی ملاحظہ فرمائیے

یعنی انھم کانوا جماعۃ واحدۃ فی مسجد واحد فارادوا ان یفرقوا شملھم فی الطاعۃ وینفردوا عنھم للکفر والمعصیۃ وھذا یدلک علی ان المقصد الاکثر والغرض الاظہر من وضع الجماعۃ تالیف القلوب والکلمۃ علی الطاعۃ وعقد الذمام والحرمۃ بفعل الدیانۃ حتی یقع الانس بالمخالطۃ وتصفو القلوب من وضر الاحقاد والخسارۃ ولھذا المعنی تفطن مالکؒ حتی انہ قال لا یصلی جماعتان فی مسجد واحد لا بامامین ولا بامام واحد۔ ۔ ۔ ۔ حتی کان ذلک تشتیتا للکلمۃ وابطالا لھذہ الحکمۃ وذریعۃ ان تقول من اراد الانفراد عن الجماعۃ کان لہ عذر فیقیم جماعۃ ویقدم امامہ فیقع الخلاف ویبطل النظام

(احکام القرآن ص٢١٣ ج١ و ص٢١٥ ج١)

سارے (مسلمان) ایک جماعت تھے اور ایک مسجد میں نماز پڑھتے تھے، منافقین نے چاہا کہ طاعت میں ان کا شیرازہ منتشر کر دیں اور ان سے علیحدہ رہ کر کفر و معصیت کو فروغ دیں اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ خدائی نظم جماعت کی غرض و غایت یہ ہے کہ دلوں میں ارتباط، طاعت میں یکجہتی اور شیرازہ مذہبی قائم رہے تاکہ باہم انس و محبت پیدا ہو اور کینہ و کپٹ اور دناءت سے دل روشن اور پاک رہے اور اس معنی کو امام مالکؒ نے خوب سمجھا تا آنکہ انھوں نے یہ فرمایا کہ ایک مسجد میں دو جماعتیں نماز نہیں پڑھ سکتی ہیں نہ دو امام کے ساتھ اور نہ ایک امام کے ساتھ کہ یہ کلمہ کے تشتت اور اس کی حکمت بالغہ کے ابطال کا سبب بن جاتے ہیں تاکہ یہ اس بات کا ذریعہ ہو جاتے کہ ہم جماعت سے علیحدگی کے خواہاں کا اس کو عذر بنالیں کہ وہ ایک اور جماعت قائم کرے اور ایک دوسرا امام بنالے۔ ۔ ۔

[1] یہ تفصیل حجۃ اللہ البالغۃ باب الجماعۃ جلد ثانی سے ماخوذ ہے ۱۲

(باقی آئندہ)

مسز سروجنی نائیڈو کی شاعری

(جناب حمیدہ سلطان صاحبہ)

آہ " سروجنی نائیڈو" جن کا نام لے کر جن کا ذکر کر کے میں بہت فخر محسوس کرتی تھی جنھوں نے اپنی ہمہ صفت موصوف ذات سے یہ واضح کر دیا تھا کہ " عورت " صرف مسند عیش کی زینت ہی نہیں ایوان ادب و سیاست میں بھی اونچی جگہ لے سکتی ہے۔

اب وہ اس دنیا میں نہیں لیکن اُن کے ادبی و سیاسی کارنامے اُن کو ہمیشہ زندہ رکھیں گے بقول حافظ

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق   ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

ہم میں سے کون ایسا ہے کہ سروجنی دیوی کے نام اور اُس کے کاموں سے واقف نہ ہوگا اُن کی ایک ذات میں قدرت نے اتنی صفات جمع کر دی تھیں اور اس قدر اہم کام اُنھوں نے کئے ہیں کہ ان سب کاموں کی ہلکی سی جھلکی بھی دکھانی مشکل ہے

سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کے لئے

اُن کی مثال ایسی شمع کے مانند تھی جس کا اُجالا ایوان ادب اور ایوان سیاست میں یکساں تھا ایک جانب اُن کی والہانہ شاعری پر اہل دل سر دُھنتے تھے

دوسری جانب سیاست داں اُن کے سیاسی شعور کے معترف تھے قدرت نے پوری فیاضی سے کام لے کر ان کو شاعرانہ سوز سے لبریز دل بھی عطا کیا تھا اور ایسا بے مثل دماغ بھی جس کا

لہ یہ مقالہ ۲۷ ؍ مارچ ۱۹۴۹ء میں ہارڈنگ لائبریری کے سالانہ زنانہ جلسہ میں پڑھا گیا تھا جس کو تھوڑی ترمیم کے بعد میں پھر پیش کر رہی ہوں۔

مقابلہ مرد بھی نہیں کر سکے صرف ہندوستان کے دلوں پر ہی سروجنی نائیڈو کا سکہ نہیں جما ہے بلکہ مدبرینِ یورپ کا تدبر بھی سروجنی کی بارگاہ ناز میں سربسجود ہے اس مایۂ ناز ہستی پر ہم عورتیں جتنا فخر کریں بجا ہے میں اس وقت صرف مسز سروجنی نائیڈو کی شاعری کا ہلکا سا خاکہ پیش کر رہی ہوں تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ ہند کی اس بلبل ہزار داستان نے کیسے کیسے مدھر نغمے الاپے ہیں سروجنی نائیڈو ۱۸۷۹ء میں بنگال کے ایک معزز و باوقار خاندان میں بمقام حیدرآباد دکن پیدا ہوئیں ان کے والد کا نام رگھو ناتھ چٹوپادھیائے ہے وہ ایک روشن خیال و علم دوست بزرگ تھے نظام کالج کی بنیاد رگھو ناتھ چٹوپادھیائے کے مقدس ہاتھوں نے رکھی اور تمام عمر وہ تعلیمی ترقی میں کوشاں رہے سروجنی دیوی کا اصلی وطن بنگال ہے لیکن حیدرآباد دکن میں ہر وقت مسلمانوں کے ساتھ میل جول رہنے کے باعث اُن کا تمام خاندان اُردو پر پورا عبور رکھتا ہے خصوصاً اُن کے مکرم والد کو تو اُردو سے عشق تھا اسی لئے اُردو سروجنی دیوی کے لئے بمنزلہ مادری زبان کے تھی اگر وہ چاہتیں تو اُردو میں شعر کہہ سکتی تھیں لیکن جس زمانہ میں انھوں نے ہوش سنبھالا وہ دور ہندوستان کے ذہنی اور دماغی غلامی کا پرشباب زمانہ تھا اور اردو کو انگریزی کے مقابلہ میں کمتر سمجھا جاتا تھا اسی لئے سروجنی دیوی نے اپنے اظہار خیال کے لئے انگریزی زبان کو رہبر بنایا۔

اُن کی تعلیم ابتداء میں انگریزی مدارس میں ہوئی وہ پورے ۱۲ سال کی بھی نہ تھیں کہ مدراس یونیورسٹی سے میٹریکولیشن کے امتحان میں کامیابی حاصل کی یہ سروجنی دیوی کی ذہانت وجودت کا پہلا کارنامہ تھا۔

سولہ سال کی عمر میں سروجنی دیوی کو سرکار نظام کی طرف سے وظیفہ دے کر انگلستان بھیجا گیا جہاں انھوں نے انگریزی کی اعلیٰ تعلیم کنگس کالج میں حاصل کی اور اپنی غیر معمولی زبان سے اسی اجنبی زبان پر ایسا قابو حاصل کیا کہ انگریزی ان کی غیر ملکی لونڈی بن کر رہ گئی ہے۔

یہ حقیقت کسی دور میں بھی غلط ثابت نہیں ہوئی کہ شاعر انسان محض دل سے بن سکتا ہے مگر محض دماغ سے نہیں قدرت نے سروجنی کو دل سے بہتر دماغ اور دماغ سے بہتر دل عطا کیا تھا